مسئلہ رؤیتِ ہلال

از قلم حضرت العلام پیر محمد یعقوب قریشی صاحب شیخ الحدیث جامعۃ العلوم الاثریۃ جہلم

سوال : رؤیتِ ہلال رمضان کے بارے میں بیرون ملک نشر ہونے والی خبر سبھی مسلمانوں کیلئے قابلِ عمل ہوگی یا بعض کیلئے ؟ (ایک سائل)

جواب : اس مسئلہ پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی وساطت سے مروی روایت (لاتصوموا حتی تروا الهلال ولاتفطروا حتی تروه) نیز (صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته) (مسلم شریف :۱/۳۴۷) اور حضرت کریبؒ کی روایت جس میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت معاویہؓ کی شام میں ایک دن پہلے کی رؤیت ہلال کو نظر انداز کر کے فرمایا :

(لكنا رأيناه ليلة السبت فلا نزال نصوم حتى نكمل ثلاثين اولنراه فقلت أفلانكتفى برؤية معاوية وصيامه فقال لاهكذا أمرنا رسول اللهﷺ) (صحیح مسلم شریف :۱/۳۴۸۔ ترمذی مع تحفۃ الاحوذی :۲/۳۶) کو پیشِ نظر رکھ کر ہی کسی مناسب نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں۔

امام نوویؒ اور امام ترمذیؒ اس واقعہ سے جو نتیجہ اخذ کرتے ہیں وہ ترجمۃ الباب کی صورت میں یوں لائے ہیں :

امام نوویؒ "باب بيان ان لكل بلد رؤيتهم وانهم اذا رأوا الهلال ببلدة لايثبت حكمه لما بعد عنهم"
امام ترمذیؒ "باب ماجاء لكل أهل بلد رويتهم" یعنی : رؤیتِ ہلال میں ہر علاقہ کے رہنے والے لوگوں کی اپنی اپنی رؤیت کا اعتبار ہے۔ امام ترمذیؒ آگے فرماتے ہیں : "والعمل على هذا الحديث عندأهل العلم ان لكل أهل بلد رؤيتهم"۔ یعنی : امام ترمذیؒ کے نزدیک یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس میں اہلِ علم کے ہاں کوئی اختلاف نہیں لیکن معاملہ حقیقتاً ایسا نہیں!

حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں علماء کا اس بارے اختلاف بیان کرتے ہوئے پانچ اقوال نقل کرتے ہیں :

۱۔ (لأهل كل بلد رؤيتهم......) یعنی : ہر علاقہ میں رہنے والوں کی اپنی اپنی رؤیت پر عمل ہوگا۔

۲۔ "مقابله اذا رؤي ببلدة لزم أهل البلاد كلها وهوالمشهورعندالمالكية لكن حكي ابن عبدالبر الإجماع على خلافه" الخ

یعنی : دوسرا مذہب پہلے کے بالکل برعکس ہے، اس قول کے مطابق جب ایک علاقہ میں چاند نظر آجائیگا

تو تمام علاقوں کے لئے اس پر عمل لازم ہوگا، مالکیہ کا یہ خیال ہے...... لیکن ابن عبدالبر اس مسلک کے خلاف اجماع نقل کرتے ہیں۔ یعنی ابن عبدالبر پہلے مسلک کے مؤید ہیں۔

۳۔ "اختلاف الأقاليم" اقالیم (ممالک) کے اختلاف کا اعتبار ہوگا، یعنی ایک اقلیم کی رؤیت دوسری اقلیم والوں کیلئے قابلِ عمل نہ ہوگی۔

۴۔ "حكاه السرخسي فقال يلزم كل بلد لايتصو رخفاء ه عنهم بلاعارض دون غيرهم"
چوتھا قول امام سرخسیؒ کا ہے، جو فرماتے ہیں کہ ایک علاقہ کی رؤیت اتنی دور تک قابلِ عمل ہوگی جہاں تک اگر کوئی عارضہ (بادل وغیرہ کا) پیش نہ آئے تو چاند سبھی لوگوں کو نظر آجائے۔ اس حد کے علاوہ دوسرے علاقوں کیلئے قابل اعتبار نہ ہوگی۔

۵۔ "قول ابن ماجشون المتقدم" پانچواں قول ابنِ ماجشون کا ہے، جو پیچھے گزر چکا ہے اور وہ یہ ہے: رؤیت صرف اسی علاقہ کیلئے معتبر ہوگی جس میں چاند نظر آیا ہے، ہاں اگر امام اعظم کے (ہاں) ثابت ہو جائے تو پھر تمام لوگوں کیلئے معتبر ہوگی کیونکہ اس کے زیراثر تمام علاقہ واحد ہے۔

"صاحب تحفۃ الاحوذی ان سابقہ اقوال کو نقل کرنے کے بعد امام شوکانیؒ کی رائے نقل کرتے ہیں:

"وحجة أهل هذه الاقوال حديث كريبؓ هذا ووجه الاحتجاج به ان ابن عباسؓ لم يعمل برؤية أهل الشام وقال فى آخرالحديث هكذا أمرنا رسول الله ﷺ فدل ذالك على انه قدحفظ من رسول الله ﷺ انه لايلزم أهل بلدالعمل برؤية أهل بلد آخر"۔

یعنی: "ان سابقہ اقوال کے قائلین کے قول کی بنیاد دراصل حضرت کریبؓ کی حدیث ہے جس میں حضرت ابنِ عباسؓ نے اہل شام کی رؤیت پر اعتماد نہ کرتے ہوئے آگے چل کر فرمایا: (هكذا أمرنا رسول الله ﷺ)
یعنی: "آپ ﷺ کا ہمیں یہ ہی حکم ہے اور وہ امر معلوم ابن عباسؓ کے ہاں یہ ہی ہو سکتا ہے":
(لاتصوموا حتى تروا الهلال ولاتفطروا حتى تروه فان غم عليكم فأكملوا العدة ثلاثين)
یعنی: "روزہ اور اس سے افطاری چاند کے نظر آجانے پر منحصر ہے۔ اس سے حضرت ابن عباسؓ اور ان کے ہم خیال اھلِ علم کا یہ نظریہ ہے کہ ہر علاقہ کی رؤیت اپنی اپنی ہے"۔

اس پر امام شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ کا استشہاد آنجناب ﷺ کے جس فرمان سے ہے وہ ایک عام فرمان ہے جس میں کسی علاقہ کے لوگوں کی کوئی تخصیص نہیں، لہذا اس سے ایک علاقہ کے لوگوں کی رؤیت کا دوسرے علاقہ کے لوگوں کیلئے قابلِ اعتبار ہونا واضح ہے، بنسبت نہ ہونے کے...... کیونکہ ایک علاقہ میں

بھی تو سبھی لوگ چاند نہیں دیکھتے اور نہ ہی سب لوگ اس پوزیشن میں ہوتے ہیں۔ کوئی اندھا، کسی کی نظر کمزور، لہذا جب ایک علاقہ میں بعض انسانوں کی رؤیت علاقہ کے سبھی انسانوں کیلئے معتبر ہے تو دوسرے علاقہ جات کیلئے کیونکر معتبر نہ ہوگی۔

اور اگر حضرت ابن عباسؓ کی کلام سے یہ مفہوم تسلیم بھی کر لیا جائے کہ دوسرے علاقہ کے لوگوں کیلئے رؤیت لازم اور معتبر نہیں تو بھی اسے عقلی نقطۂ نگاہ کے اعتبار سے کسی خاص حدبندی کے ساتھ مقید کرنا پڑیگا اور وہ ہے مطالع کا اختلاف یعنی : جب دو علاقہ جات میں مطالع کا اختلاف ہوگا تو یقیناً ایک کی رؤیت دوسرے کیلئے قابل قبول نہ ہوگی ورنہ ایک مطلع کے اندر رہنے والے لوگوں کیلئے بھی ایک دوسرے کی رؤیت نا قابل اعتبار ہوگی۔

قرب وبعد جس پر رؤیت کے اعتبار اور عدم اعتبار کا انحصار ہے وہ دراصل اختلاف مطالع ہے۔ یعنی : ایک مطلع سے تعلق رکھنے والے سبھی انسانوں کیلئے کسی بھی عادل انسان کی رؤیت قابل قبول ہوگی۔ جبکہ اس کا تعلق بھی اسی مطلع سے ہو اور دوسرے مطلع سے تعلق رکھنے والوں کیلئے نا قابل قبول۔

مطالع کے اختلاف کو سمجھنے کیلئے : ابن رشد بدایۃ المجتہد میں اس کی یوں وضاحت کرتے ہیں :

"واذا قلناان الرؤية تثبت بالخبر فی حق من لم یره فهل يتعدى ذلك من بلدإلى بلدآخر يعنى هل يجب على أهل بلدما اذالم يروه ان يأخذوافی ذالك برؤية بلد آخر ام لكل بلد رؤية "؟ فيه خلاف، فأما مالكؒ فان ابن القاسم والمصريين رووا عنه انه إذاثبت عندأهل بلد ان أهل بلدآخر رؤاالهلال ان عليهم قضاء ذلك اليوم الذى أفطروه وصامه غيرهم، وبه قال الشافعي وأحمد، وروي المدنيون عن مالك ان الرؤية لاتلزم بالخبر عنه غير أهل البلد الذى وقعت فيه الرؤية، الاان يكون الامام يحمل الناس على ذالك، وبه قال ابن الماجشون والمغيرة من اصحاب مالك،وأجمعوا انه لايراعى ذلك فى البلدان النائية كالأندلس والجحاز"۔ (بدایۃ المجتہد :۱/۲۱۰)

یعنی : جب ہم اس بات کو تسلیم کر لیں کہ رؤیت بالخبر اس انسان کے حق میں بھی ثابت ہوگی جس نے چاند کو نہیں دیکھا تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ رؤیت ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ والوں کے حق میں بھی ثابت ہوگی جنہوں نے چاند کو نہیں دیکھا۔ یا ہر علاقہ کیلئے اپنی اپنی رؤیت پر انحصار ہوگا ؟۔

ابن رشدؒ فرماتے ہیں اس میں اھل علم کا اختلاف ہے۔ امام مالک سے اس بارے دو قسم کی روایات ہیں :

ایک اہل مدینہ کی روایت جس میں وہ فرماتے ہیں کہ رؤیت بالخبر کا اعتبار اس علاقہ کے لوگوں کیلئے نہ ہوگا جنہوں نے

چاند کو نہیں دیکھا، ہاں اگر امام رؤیت کے اعتبار پر مجبور کرے تو اعتبار ہوگا اور مان لی جائیگی۔ اصحاب مالک میں سے ابن ماجشون اور مغیرہؒ کا بھی یہ ہی خیال ہے۔ دوسری روایت مصریوں کی ہے۔ جس میں امام مالکؒ کا یہ خیال ہے کہ جب ایک علاقہ میں رؤیت ثابت ہو جائے تو دوسرے علاقہ والوں کیلئے بھی ثابت ہو گی حتی کہ روزہ کے رہ جانے پر ان کیلئے قضاء بھی لازم ہو گی۔ امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کا بھی یہ ہی خیال ہے۔ یہ تو ہے اختلاف ان علاقہ جات کے بارے میں جن میں بُعد زیادہ نہیں اور اگر زیادہ ہو تو پھر ابن رشد اہل علم کا اجماع نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وأجمعوا أنه لايراعي ذلك إلى آخره" یعنی: اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جب دو علاقوں میں دوری زیادہ ہو تو پھر ایک کی رؤیت کا دوسرے کیلئے اعتبار نہ ہوگا۔ جیسے اندلس اور ارضِ حجاز میں دوری ہے۔ آگے چل کر وجہ اختلاف بیان کرتے ہیں کہ اس اختلاف کا سبب اثر یعنی حدیث کریبؒ اور نظر یعنی عقل ہے۔ یعنی حدیث کریبؒ کا تقاضا تو یہ ہے کہ ایک علاقہ کی رؤیت دوسرے علاقہ کیلئے قابل قبول نہ ہو خواہ قریب ہو یا بعید...... لیکن عقل و نظر کا تقاضا یہ ہے:

"أما النظر فهوأن البلاد إذا لم تختلف مطالعها كل الاختلاف فيجب أن يحمل بعضها على بعض لأنها في قياس الأفق الواحد وأما إذا اختلفت اختلافاً كثيراً فليس يجب أن يحمل بعضها على بعض"۔ یعنی: "جب مختلف علاقوں کا مطلع ایک ہو تو رؤیت ہلال قابلِ قبول ہو اور مختلف ہونے پر نا قابل قبول خصوصاً جبکہ مختلف علاقوں کے طول و عرض میں بُعد کثیر ہو"۔

"وبخاصة ماكان نأية في الطول والعرض كثيرا"۔ ابن رشد کے نزدیک اہل علم کے اجماع کو نقل کرنے سے یہ تاثر ملتا ہے کہ انکے نزدیک وہ بُعد جو اختلافِ مطالع پر مبنی ہو گا رؤیت میں نا قابل اعتبار ہو گا۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ قرب و بُعد (جس پر رؤیت کے معتبر اور غیر معتبر ہونے کا انحصار ہے) کی تعیین یوں فرماتے ہیں "الأشبه أنه ان رؤي بمكان قريب، وهو مايمكن ان يبلغهم خبره في اليوم الأول فهوكمالا رؤي في بلدهم"۔ (فتاویٰ امام ابن تیمیہ: ۵ / ۱۰۶)

یعنی: "قرین قیاس بات یہ ہے کہ اگر چاند کسی ایسے علاقہ میں نظر آجائے جہاں سے پہلے دن ہی خبر کا یہاں پہنچ جانا ممکن ہو تو یہ ایسا سمجھا جائے گا جیسے اپنے علاقہ میں چاند نظر آگیا ہو"۔

آگے چل کر لکھتے ہیں: "وأما إذا رؤي بمكان لايمكن وصول خبره إليهم إلا بعد مضي الأول فلاقضاء عليهم"۔ یعنی: "اگر چاند کسی ایسی جگہ نظر آئے جہاں سے خبر پہلے دن نہ پہنچ سکتی ہو تو بعد میں پہنچنے پر رہ گئے روزہ کی قضاء نہ ہو گی"۔

"فلا قضاء علیهم" سے شیخ الاسلام کے نظریہ کا واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ اگر مسافت اتنی ہو کہ خبر دوسرے دن پہنچ سکتی ہو تو پھر ایسی خبر نا قابل اعتبار ہو گی۔

یعنی امام ابن تیمیہؒ کے نزدیک وہ بُعد جو ایک دن کی مسافت سے زیادہ ہو گا، جس میں پہلے دن کی رؤیت ہلال کی خبر نہ پہنچ سکتی ہو غیر معتبر ہو گا اور اگر اس سے کم ہو تو قابل اعتبار...... اور جن لوگوں نے غیر معتبر بُعد کی حد بندی مسافتِ قصر سے کی ہے یا اختلافِ مطالع سے...... انکی اس حد بندی کو ضعیف قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں :

"فإن مسافة القصر لا تعلق لها بالهلال ، وأما الأقاليم فما حدد ذلك"۔

یعنی : "مسافتِ قصر کو رؤیتِ ہلال سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی اقالیم کو رؤیتِ ہلال کی حد بندی میں شرعاً کوئی دخل ہے۔ آگے چل کر ایسے اصحاب کی مزید تردید اور خطا میں دو وجوہات بیان فرماتے ہیں :

۱۔ "أحدها: ان الرؤية تختلف باختلاف التشريق والتغريب، فانه حتى رؤي في المشرق وجب ان يرى في المغرب ولا ينعكس لأنه يتأخر غروب الشمس بالمغرب عن وقت غروبها بالمشرق فاذاكان قدرؤي ازداد بالمغرب، نوراً وبعداً عن الشمس وشعاعها وقت غروبها فيكون أحق بالرؤية وليس كذالك إذا رؤي بالمغرب لأنه قديكون سبب الرؤية تأخر غروب الشمس عندهم فازداد بعداً وضوءاً ولما غربت بالمشرق كان قريباً منها "۔الخ

ایک توجہ یہ ہے کہ چاند کا طلوع و غروب (زمین کی اپنی مسافت کے باعث) مختلف علاقوں میں مختلف ہے جب چاند مشرقی علاقوں میں نظر آئے تو قطعاً مغربی ممالک میں نظر آئیگا۔ لیکن...... ایسا نہیں ہو سکتا کہ جب وہ مغربی علاقوں میں سورج کا غروب مشرقی علاقوں کی بنسبت بعد میں ہوتا ہے۔ لہذا مشرقی علاقوں میں نظر آجانے کے بعد مغربی علاقوں میں سورج کے غروب کے بعد چاند سورج اور اسکی شعاعوں سے زیادہ پیچھے ہو جانے کے باعث زیادہ منور اور بہتر انداز میں نظر آنے لگتا ہے۔ لیکن یہ پوزیشن چاند کے مغرب میں پہلے نظر آنے کی صورت میں مشرق میں نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اہلِ مشرق کے افق پر چاند سورج کے زیادہ قریب ہونے کے باعث نظر نہ آرہا ہو اور اہلِ مغرب کے افق پر پہنچتے پہنچتے چاند سورج سے اتنا پیچھے ہٹ جائے جس سے وہ نظر آنے لگے۔

الغرض...... چونکہ چاند کے طلوع و غروب مختلف علاقوں میں مختلف ہے۔ لہذا چاند کے مطالع کو قرب و بُعد میں رؤیتِ ھلال کے لئے معیار نہیں بنایا جا سکتا۔ نیز...... اس پر کوئی شرعی دلیل بھی نہیں۔ جہاں تک شرعی دلیل کا تعلق ہے، وہاں تک تو ٹھیک ہے اور لیکن جہاں تک نفس الامر اور عقل کا تعلق ہے وہاں تک محل نظر۔

۲۔ دوسری وجہ یہ کہ جب مسافتِ قصر یا اقالیم کے اختلاف کو قرب و بعد کے لئے معیار قرار دیا جائے گا تو پھر

وہ انسان جو قصر کی مسافت کی آخری حد یا اقلیم کی آخری حد میں آباد ہے۔ اس میں اور اس انسان میں جو اس حد سے تھوڑا ہی آگے آباد ہو خواہ چند قدم ہی...... ان دونوں میں کیا فرق ہے؟ بظاہر تو کوئی فرق نہیں لیکن حد کے اندر رہنے والے کیلئے تو رؤیت کا اعتبار ہو اور چند قدم آگے حد سے باہر رہنے والے کیلئے نا قابلِ اعتبار۔

یہ وجہ عقلی نقطۂ نگاہ کے اعتبار سے تو کسی حد تک درست معلوم ہوتی ہے لیکن یہ تب جبکہ مسافتِ قصر اور اقالیم کو رؤیتِ ھلال میں قرب وبُعد کے لئے معیار قرار دیا جائے۔

لیکن نفس الامر اور موجودہ تحقیق میں جو چیز سامنے آتی ہے وہ وہی ہے جس کو علامہ ابن رشد نے بیان فرمایا ہے بلکہ جس کو خود امام ابن تیمیہؒ نے مخالفین کی تردید کی وجہ اول میں بیان کیا ہے۔ وہ یہ کہ رؤیت ھلال کے اعتبار میں قرب وبعد کیلئے معیار اختلاف مطالع ہی ہو سکتا ہے۔ اختلاف مطالع کی اصل معیاری صورت کو سمجھنے کیلئے مندرجہ ذیل مقدمات کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

۱۔ زمین سے چاند بنسبت سورج کے قریب ہو۔

۲۔ چاند کی روشنی جیسا کہ علماء بھی کہتے ہیں سورج سے مستفاد ہے۔

"نورالقمر مستفاد من نورالشمس" لہٰذا اس کا وہی حصہ منور ہو گا جو سورج کے سامنے ہو گا۔ محاق کے ایام میں یعنی 27-28 اور کبھی 29 چاند کی تاریخوں میں چاند اسلئے نظر نہیں آتا کہ ان دنوں میں سورج سے قرب کے باعث چاند کا منور حصہ اسکی جانب اور غیر منور زمین کی جانب ہوتا ہے۔

۳۔ چاند روزانہ ایک منزل بجانب مشرق سورج سے پیچھے ہٹتا ہے۔

۴۔ چاند اس وقت نظر آتا ہے جب ایک منزل یعنی 12 درجات سے کچھ زائد سورج سے بعید ہوتا ہے۔

۵۔ مشرقی ممالک میں جب چاند نظر آجائے تو مغربی ممالک میں یقیناً نظر آئے گا۔ بشرطیکہ کوئی عارضی مانع موجود نہ ہو (ابر، گرد وغبار) یا عرض بلد کا بُعد وغیرہ لیکن اس کے برعکس نہیں۔

اب ذرا تفصیل سے اس پر غور فرمائیے۔ زمین کی قدرتی مسافت کے پیشِ نظر سورج اور چاند کا غروب مشرقی ممالک میں بانسبت مغربی ممالک سے پہلے ہوتا ہے، جس میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ لہٰذا مشرقی ممالک کے افق پر سورج کے غروب کے وقت چاند ایک منزل سورج سے پیچھے ہٹ جانے پر اگر نظر آجاتا ہے تو مغربی ممالک کے افق پر ضرور نظر آئیگا بلکہ زیادہ روشن اونچا کیونکہ مغربی ممالک کے افق پر سورج کا غروب بقدر بُعد مسافت مشرقی ممالک سے تاخیر سے ہو گا اتنے میں چاند مزید سورج سے پیچھے ہو گا اور جتنا ایک منزل سے زیادہ پیچھے ہو گا اتنی ہی اسکی رؤیت یقینی اور حتمی ہو گی...... بخلاف مغربی ممالک کے اگر وہاں چاند نظر آجائے تو ضروری نہیں کہ مشرقی ممالک میں بھی نظر آجائے بلکہ جن مغربی ممالک میں نظر آیا ہے ان سے 12 درجات سے زائد

مشرقی ممالک میں اس کا نظر آنا ناممکن ہے کیونکہ ایسے مشرقی ممالک کے افق پر جو رؤیت کے مقام سے 12 درجات کے لگ بھگ بعید چاند ایک منزل پیچھے نہیں ہو سکتا تو پھر وہ کیسے نظر آئے گا؟ لیکن مغربی ممالک کے افق پر پہنچتے پہنچتے وہ اپنی منزل کی کمی کو پورا کر سکتا ہے۔ لہذا مغربی ممالک کی رؤیت ایسے مشرقی ممالک کیلئے قابلِ قبول نہ ہو گی۔ جو مقامِ رؤیت سے ایک منزل یعنی بارہ درجات سے کچھ اوپر بعید ہیں۔

لہذا رؤیتِ ھلال میں قرب وبعد کیلئے چاند کی ایک منزل (۱۲ درجات) کو ہی معیار قرار دینا مناسب ہے۔

خیال رہے ہر دو درجات کے درمیان ایک کم ستر (69) میل کا فرق ہوا کرتا ہے لہذا 12 درجات کی مسافت 828 میل کے لگ بھگ ہو گی۔

اب صورتِ حال مزید واضح ہو کر سامنے آگئی ہے، ہر وہ مغربی ملک جہاں پر چاند نظر آگیا ہے وہاں سے مشرق کی جانب ۸۲۸ میل کے اندر رہنے والے لوگوں کیلئے رؤیت کا اعتبار ہو گا۔ کیونکہ یہ ہی مسافت مطلع کے واحد ہونے کا معیار ہے اور جو اس مسافت سے زیادہ دور ہونگے ان کیلئے ناقابلِ اعتبار کیونکہ انکا مطلع واحد نہیں بلکہ مختلف ہے۔ لیکن مشرقی ممالک کی رؤیت سبھی مغربی ممالک کیلئے قابلِ اعتبار ہے خواہ مطلع ایک ہو یا مختلف...... کیونکہ مطلع جتنا مختلف ہو گا وہاں چاند اتنا ہی زیادہ روشن اور اونچا دکھائی دے گا۔

خطِ استواء سے شمالاً جنوباً رہنے والے لوگوں کیلئے رؤیت کا معیار وہی ہو گا جو ان کے محاذی خطِ استواء پر رہنے والوں کیلئے ہو گا مثلاً خطِ استواء پر طول بلد ۷۰ پر رہنے والوں کیلئے رؤیت کا مذکورہ ضابطہ کے مطابق جو حکم ہو گا وہی طول بلد ۷۰ سے شمالاً جنوباً رہنے والوں کا حکم ہو گا، خواہ رہنے والے قطبِ شمالی اور قطبِ جنوبی کے قریب ہی کیوں نہ رہتے ہوں...... یہاں پر موسم سرما میں چاند کے نظر آنے کا امکان بھی کم ہے۔ ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

...... بقیہ : نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا......

سعودی عرب کے مفتیٔ اعظم سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ کا فتویٰ ملاحظہ ہو

"قددلت السنة الصحيحة على أن الافضل للمصلى حين قيامه فى الصلوة أن يضع كفه اليمنىٰ على كفه اليسرىٰ على صدره"۔

کہ صحیح سنت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نماز کی حالت میں افضل طریقہ یہی ہے کہ آدمی اپنے دائیں کف کو بائیں کف پر رکھ کر سینے پر باندھے۔ (فتاویٰ مھمۃ تتعلق بالصلوۃ : ۲۷)

ان مندرجہ بالا تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ نماز میں ہاتھ باندھنے کا محل سینہ ہے اور سینے پر ہی ہاتھ باندھنے چاہئیں اور یہی سنت طریقہ ہے۔ "هذا ماعندي والله أعلم بالصواب"